پاکستان میں مروج تکافل کی شرعی حیثیت اور فقہی تکییف-ایک تحقیقی جائزہ

THE LEGAL STATUS OF CONTEMPORARY TAKAFUL IN PAKISTAN AND ITS JURISPRUDENTIAL POSITION: A CRITICAL ASSESSMENT

حافظ حامد علی اعوان* / ڈاکٹر سعید الرحمٰن**

Abstract:
In the eyes of Islamic Shari'ah, safeguarding the dangers of life and property is an essential requirement of human life. This is called “hajah” in the term of Islamic jurisprudence. Therefore, the establishment of an alternative system of traditional insurance is a Shariah requirement in the opinion of many Islamic scholars. Alternatively, modern titles are discussed under two titles; Islamic Insurance and Takful, although the second title is more preferable. Takaful is not in any way disrespectful to Islamic value of Tawakkul, because leaving of means is not required by Shari'ahat all, but reality is to trust Allah for the desired results by adopting the means available. The Takful is an alternative system to the traditional insurance system, which has been established on the basis of Islamic principles of cooperation, devotion and mutual sympathy. Modern Islamic scholars have sought help from the three jurisprudential terminologies for adaptation the system of Takful i.e. Hibat al-Thawab, Iltizam al-Tabarru' and Waqf. In the Gulf countries, the agreement of takful has been laid down with concept of Hiba and in Malaysia, with Tabarru' while in Pakistan, India and South Africa the Waqf has been regulated for this purpose. In this article the mode of Waqf of Takaful has been highlighted. Mufti Uthmani described four principles specially to consider in the Waqf model of Takafal, regarding endowment of cash, endower's availing benefits from his endowment, ownership of donation given to the waqf and endless aim of the endowment. Under these principles the Takaful company builds a separate pole of Waqf, it can receive its wages and can also earn its share by acting as a Mudharib of the Waqf pool's wealth and the Waqf pole would be a legal person.
Keywords: Takaful, Insurance, legal precedents, Waqf principals in Takaful, Islamic jurisprudence.

جمہور علماء و محققین تو عصر حاضر کی تیز رفتار زندگی میں پیدا ہو جانے والی ضروریات اور مختلف بلاد اسلامیہ کے نظام سیاست و قانون کی موجودہ صورت حال کو دیکھتے ہوئے اس بات کے قائل ہیں کہ انشورنس کی

*پی ایچ ڈی سکالر و لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

** پروفیسر (ر)، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

مختلف اقسام موجودہ صورت حال میں حاجت کے درجہ کو پہنچ گئی ہیں اور قرون اولیٰ کی مسلمان خلافتوں اور سلطنتوں میں رائج وہ صیغہ و شعبہ جات جو عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے قائم کئے گئے تھے، ان کا احیاء اب تقریباً ناممکن نہ سہی، مشکل ضرور ہے۔ اور شرعی اصولوں کی پوری پابندی کرتے ہوئے اس کا متبادل لانا ضروری ہے کیونکہ انشورنس کا معاملہ معاشرے کے اندر اس حد تک سرایت کر گیا ہے کہ اب اس سے گلو خلاصی آسان نہیں رہی اور دوسری طرف مختلف بلاد اسلامیہ میں قائم موجودہ مسلمان حکومتیں اور ان کے سامنے آنے والے احوال کی بناء پر یہ بات بھی بہت بعید ہے کہ وہ اسلام کے حقیقی مالیاتی نظام اور احکامات پر عملدرآمد کریں گے اور ان کو بروئے کار لائیں گے، تو یہ ضروری ہے کہ مسلمان علماء و محققین اور ماہرین شریعت موجودہ انشورنس کی عملی صورت میں غور و فکر کر کے اس میں موجود ان مفاسد کو دور کر دیں جو اس کے ناجائز اور حرام ہونے کا سبب بنتے ہیں اور اس کا ایسا متبادل پیش کریں جو عامۃ الناس کے لئے شرعی اعتبار سے اطمینان بخش ہو۔

شرعی متبادل کی ایک بنیادی صورت تو یہ ہے کہ چند افراد مل کر ایک گروپ انشورنس بنالیں جس میں یہ لوگ عطیات (Donations) جمع کراتے رہیں اور پھر ان عطیات سے مخصوص لوگوں کے خطرات کا ازالہ کیا جائے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اس طرح نان کمرشل انشورنس سے ہماری بعض ضروریات تو پوری ہو سکیں گی لیکن بڑی تجارتی ضروریات اس وقت تک پوری نہیں ہوں گی، جب تک ایسا اسلامی متبادل تیار نہ کیا جائے جو ہر آدمی کی ضرورت پورا کر سکتا ہو اور ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہو، چنانچہ اس مقصد کے لئے بڑے پیمانے پر انشورنس کا قیام ضروری ہے۔

ظاہر ہے کہ اتنے بڑے پیمانے پر انشورنس کمپنیوں کے قیام کے لئے مادی فائدہ کا ہونا ضروری ہے، ورنہ کوئی بھی انشورنس کمپنی بنانے اور اس میں سرمایہ کاری کے لئے تیار نہ ہو گا، لہٰذا لازمی طور پر اسلامی متبادل بھی کمرشل بنیادوں پر ہو گا، لیکن پھر یہی سوال اٹھتا ہے کہ انشورنس کے اندر قمار، غرر اور ربا کی خرابیاں تو اسے کمرشلائز کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئی تھیں، جب اسلامی متبادل بھی کمرشل بنیادوں پر ہو گا تو اس میں بھی یہی خرابیاں دوبارہ آجائیں گی تو ان خرابیوں سے بچنے کا کیا طریقہ ہو گا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان خرابیوں سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ معاہدہ بیمہ (Insurance Agreement) کے موجودہ ڈھانچے کے اندر تبدیلی پیدا کی جائے، یعنی اس عقد کی حقیقت کو تبدیل کر دیا جائے۔

جدید عربی زبان میں انشورنس کے لئے تو "التأمین" کی اصطلاح ہی استعمال ہوتی چلی آرہی ہے، لیکن جب اس کے متبادل نظام پر غور کیا گیا تو اس میں اہل علم کی اصطلاحات میں فرق آگیا، بعض محققین نے تو رسمی انداز اختیار کرتے ہوئے "التأمین" کے ساتھ "الاسلامی" کے لفظ کا اضافہ کر دیا اور انشورنس کے متبادل اسلامی

نظام پر اس کا اطلاق شروع کر دیا، چنانچہ ڈاکٹر علی محی الدین القرہ داغی نے اپنے تحقیقی رسالے "احکام التأمین التعاونی والتجاری الاسلامی" میں ڈاکٹر عبد القادر جعفر نے اپنی کتاب "نظام التأمین الاسلامی" میں اور اسی طرح مجمع الفقہ الاسلامی نے اپنے شہرۂ آفاق "المعاییر الشرعیۃ" میں اسی اصطلاح کو استعمال کیا ہے۔[۱]

اس کے بالمقابل دیگر اہل علم نے اس کے لئے "تکافل" کی نئی اصطلاح اختیار کی ہے اور اس کے لغوی معنی کی اس متبادل نظام کے ساتھ پوری مناسبت کو موزوں تر سمجھا ہے، ان اصحاب رائے میں پاکستان کے مشہور حنفی فقیہ مفتی محمد تقی عثمانی سر فہرست ہیں[۲] اور اس اصطلاح کو اختیار کرتے ہوئے اب کئی کمپنیاں قائم ہو چکی ہیں"۔[۳]

تاہم یہ واضح رہے کہ پہلی اصطلاح کے حاملین "تکافل" کا اطلاق صرف زندگی کے بیمہ (التأمین علی الحیاۃ) پر کرتے ہیں جو "التأمین" کی ایک خاص صورت ہے۔[۴]

تکافل کا لغوی معنی: (The Literal Meaning)

تکافل عربی زبان کا لفظ ہے، اس کی اصل "کفالہ" ہے، عربی زبان میں کہا جاتا ہے:

"كفل الرجل وبالرجل كفلا وكفالة: ضمنه"[۵]

ترجمہ: ایک شخص نے دوسرے شخص کی کفالت کی، یعنی اس کی ضمانت ادا کی۔

اسی طرح "کفالۃ" کا لفظ دیکھ بھال اور تربیت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، قرآن پاک میں ہے:

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ [۶]

ترجمہ: اور اے نبی! آپ اس وقت ان کے پاس نہیں تھے جب یہ لوگ قرعہ اندازی کر رہے تھے کہ کون مریم کی دیکھ بھال اور پرورش کرے گا؟

اس آیت میں لفظ "کفالتہ" دیکھ بھال، پرورش اور تربیت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

چونکہ مروجہ انشورنس کے اسلامی متبادل نظام میں بھی شرکاء ایک دوسرے کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور مال ضمانت بھی لیتے ہیں تو اس لئے اس کو "نظام تکافل" کا نام دیا گیا ہے۔

تکافل کی اصطلاحی تعریف: (The Term Meaning)

اسلامی نظام تکافل کی تعریف "مجمع الفقہ الاسلامی" کے تشکیل دیئے گئے شریعہ اسٹینڈرز (Shariah Standards) میں یوں کی گئی ہے:

"Islamic Insurance is a process of agreement among a group of persons to handle the injuries resulting from specific risks to which all of them are vulnerable. A process, thus initiated,

involves payment of contributions as donations, and leads to the establishment of an Insurance fund that enjoys the status of a legal entity and has independent financial liability. The resource of this fund are used to indemnity any participant who encounters injury, subject to a specific set of rules and a given process of documentation. The fund is managed by either a selected group of policy holders, or a Joint Stock Company that manages the Insurance operations and invests the assets of the fund against a specific fee"(۷)

"اسلامی انشورنس چند ایسے لوگوں کے درمیان باہمی معاہدے کا نام ہے جو چند مخصوص خطرات جن کا وہ سامنا کرتے ہیں، کے نتیجے میں ہونے والے نقصانات کی تلافی کا بیڑا اٹھاتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ تمام حصہ داران اپنے اوپر لازم کردہ تبرع کی بنیاد پر عطیات (Donations) اکٹھا کرتے ہیں اور اس عطیہ سے ایک تکافل فنڈ (صندوق التأمین) قائم کرتے ہیں جس کی حیثیت ایک شخص قانونی(Legal Person) کی سی ہوتی ہے اور اس کی آزاد اور مستقل مالی ذمہ داری ہوتی ہے۔ پھر اگر شرکاء میں سے کسی کو ان معینہ خطرات میں سے کسی خطرہ کی بنیاد پر نقصان پیش آجائے تو اس تکافل فنڈ سے اس کے نقصانات کی تلافی کی جاتی ہے۔ یہ سب کچھ طے شدہ اصول وضوابط اور دستاویزات کے مطابق ہوتا ہے۔ اس تکافل فنڈ کو یا تو پالیسی ہولڈرز میں سے ہی منتخب کردہ کمیٹی چلاتی ہے یا الگ سے کوئی جوائنٹ سٹاک کمپنی چلاتی ہے۔ یہ کمپنی تکافل سے متعلقہ امور کو سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ تکافل فنڈ کے اثاثہ جات کو کاروبار میں نفع کما کر دیتی ہے۔"

اس سے ملتی جلتی تعریف ایک اور عرب محقق نے یوں کی ہے:

"اتفاق بين شركة التأمين الاسلامي۔ باعتبارها ممثلة لهيئة المشتركين (حساب صندوق التأمين) ۔وبين الراغبين فى التأمين على قبوله عضواً فى هيئة المشتركين، والتزامه بدفع مبلغ معلوم (القسط) على سبيل التبرع به، وبفوائده وبعوائده لصالح صندوق التأمين على ان يدفع الصندوق له عند وقوع الخطر طبقاً لوثيقة التأمين والأساس الفنية والنظام الأساسى للشركة"(۸)

ترجمہ: "تکافل ایسے باہمی اتفاق کا نام ہے جو تکافل فنڈ کے حصہ داران کی نمائندہ تکافل کمپنی اور ان لوگوں کے مابین ہوتا ہے جو تکافل میں دلچسپی رکھتے ہیں (خواہ وہ شخص حقیقی ہوں یا قانونی) اس بات پر کہ یہ تکافل کمپنی ان نووارد لوگوں کو حصہ داران کی کمیٹی کا ممبر بنائے گی اور یہ لوگ تکافل فنڈ کو تبرع کی بنیاد پر مخصوص اقساط کی ادائیگی کریں گے جن سے حاصل کردہ فوائد و ثمرات تکافل فنڈ کے مصالح کے لئے ہوں گے، جبکہ تکافل فنڈ تکافل دستاویزات اور شرکت کے بنیادی نظام کے مطابق نقصانات کے پیش آنے کی صورت میں ان کی تلافی کرے گا۔"

آسان اور عام فہم الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے:

"تکافل در حقیقت انشورنس کا متبادل ایسا اسلامی نظام ہے جو امداد باہمی، تعاون اور تبرع کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔ اس نظام میں تمام حصہ داران خطرات اور نقصانات کو باہم تقسیم کر لیتے ہیں اور مقررہ اصول و ضوابط کے تحت ممکنہ مالی اثرات سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔"(۹)

تکافل کی شرعی بنیادیں

تکافل عصر حاضر میں مغربی اقوام کی طرف سے پیش کردہ انشورنس کا ایک جائز حل ہے۔ یہ بلاشبہ عقد جدید ضرور ہے، لیکن اس جائز صورت میں اس کی عمارت جس بنیاد یعنی تعاون و تناصر، امداد باہمی اور تبرع پر قائم ہے وہ بنیاد اہل اسلام کے لئے نئی نہیں ہے، بلکہ وہ ہمیشہ اسلامی معاشرے کا ایک اساسی و امتیازی جزو رہی ہے اور مسلمان ہمیشہ سے اس پر عمل پیرا رہے ہیں اور یہ بنیاد قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی کئی نصوص سے بھی ثابت ہے۔ ذیل میں چند نصوص پیش خدمت ہیں:

قرآن پاک کی روشنی میں

سورۃ مائدہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (۱۰)

ترجمہ: نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔

اسی طرح سورۃ توبہ میں ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (۱۱)

ترجمہ: ایمان والے مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے اولیاء و خیر خواہ ہیں"۔

سورۃ حجرات میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (۱۲)

ترجمہ: ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

ان آیات مبارکہ اور ان جیسی دیگر آیات مبارکہ میں اللہ رب العزت نے ایک اسلامی معاشرے میں بسنے والے لوگوں کے باہمی طرز عمل کو بیان فرمایا ہے کہ وہ ایک ساتھ رہتے ہوئے تعاون و نصرت اور اخوت و ولایت کے جذبے سے سرشار رہتے ہیں، مصیبت میں ایک دوسرے کا سہارا بنتے ہیں اور بھائی چارے کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

احادیث مبارکہ کی روشنی میں

مسلمانوں کی آپس میں محبت، شفقت، رحم دلی، بھائی چارگی اور مدد و نصرت کی بہت سی احادیث مبارکہ میں ترغیب دی گئی ہے اور انہیں ایک جسم کی مانند قرار دیا گاہے، چنانچہ ایک حدیث مبارک میں ارشاد گرامی ہے:

مثل المؤمنين في توادهم و تراحمهم وتعاطفهم مثل الجسد، اذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى (۱۳)

ترجمہ: "تمام مسلمانوں کی مثال باہم ہمدردی، محبت، تعاون، رحم دلی اور شفقت میں ایک جسم کی مانند ہے، چنانچہ اگر جسم کے کسی ایک عضو میں تکلیف ہو تو پورا جسم بے خوابی اور بخار میں مبتلا رہتا ہے۔"

اسی طرح مسلمانوں کی ایک دوسرے کو تقویت پہنچانے کی مثال یوں بیان کی گئی ہے:

المؤمن للمؤمن كالبنيان، يشد بعضه بعضاً (۱۴)

ترجمہ: "ایک مومن دوسرے مومن کے لئے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط کرتا ہے اور تقویت پہنچاتا ہے"

کتب صحاح میں اشعری قبیلہ سے تعلق رکھنے والے صحابہ کرام کے ایک طرز عمل کو ذکر کیا گیا ہے جس کی آپ نے بہت تحسین فرمائی تھی اور خوش ہو کر ان کو اپنا قبیلہ اور اپنے آپ کو ان کے قبیلے میں شمار کیا تھا، اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

ان الاشعریین اذا أرملوفی الغزو، أوقل طعام عیالھم بالمدینة، جمعوا ماکان عندھم فی ثوب واحدٍ، ثم اقتسموہ بینھم فی اناء واحدٍ بالسویة، فھم منی وأنا منھم (۱۵)

ترجمہ: "اشعریین کا جب میدان جنگ میں سامان ختم ہونے لگتا، یا شہر میں رہتے ہوئے سامان خوردونوش کی قلت ہو جاتی تو ہر ایک کے پاس جو سامان ہوتا وہ لے آتا اور اس کو ایک ہی کپڑے میں جمع کر لیتے تھے، پھر ایک برتن کے ذریعے برابر برابر تقسیم کر لیتے، آپ ﷺ نے ان کے عمل کو سراہتے ہوئے فرمایا کہ "وہ مجھ سے اور میں ان سے ہوں۔"

اس روایت میں اشعریین کے ایسے فعل کا ذکر ہے جس میں وہ بھوک کے خطرے سے نمٹنے کے لئے سب کا کھانا جمع کر لیتے تھے اور سب پر اس کو برابر تقسیم کر دیتے تھے، تکافل میں بھی یہی طریقہ کار زیر عمل ہے، جہاں شرکاء خطرات کو آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔

مذکورہ احادیث مبارکہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی، ایک دوسرے کے ولی، عمارت میں ایک دوسرے کے اندر جڑی ہوئی اینٹوں اور ایک جسم کی طرح ہیں، جب کسی ایک کو تکلیف ہوتی ہے یا مصیبت پہنچتی ہے تو وہ صرف اس ایک فرد کو نہیں پہنچتی بلکہ تمام مسلمانوں کو محسوس ہوتی ہے اور مصیبت و تکلیف کے اس وقت میں تمام مسلمان اپنے اس مصیبت زدہ بھائی کی مدد اور تعاون و نصرت کرتے ہیں۔ یہ تمام خصائص و امتیازات ایک اسلامی معاشرے کو حاصل ہیں اور نظام تکافل انہی خصائص و امتیازات کی ترجمانی ہی ہے، جہاں ایک تکافل فنڈ مس شامل شرکاء اپنے نقصانات ایک دوسرے کے ساتھ برضا و رغبت اور تبرعاً شیئر کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو ممکنہ برے مالی اثرات سے محفوظ رکھتے ہیں۔

تکافل کے شرعی نظائر

تکافل موجودہ زمانے میں پیدا شدہ ایک مسئلے کا جائز حل ہے، لہٰذا وہ تو ممکن نہیں کہ اپنی موجودہ صورت اور قواعد و ضوابط کے ساتھ اس کا ماضی میں بھی وجود رہا ہو، تاہم یہ تعاون و تناصر اور نقصانات و خطرات کو باہم تقسیم و مشترک کر لینے کی جس بنیاد پر قائم ہے اس بناد کی تاریخ اسلامی اور فقہ اسلامی میں واضح نظائر ہیں جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) دیت کی ادائیگی کے سلسلے میں اسلام میں ایک نظام معاقل پایا جاتا ہے جس کی مختصر تفصیل یہ ہے:

"المعاقل: وھی جمع معقلة، وھی الدیة، والعاقلة الذین یؤدونھا، ... فان کان القاتل من أھل الدیوان فھم عاقلته، و تؤخذ من عطایاھم فی ثلاث سنین،

وان لم یکن من أهل الدیوان فعاقلته قبیلة"... وان کان ممن یتناصرون بالحرف فأهل حرفته، وان تناصر وابالحلف فأهله..." (۱۶)

ترجمہ: "معاقل معقلۃ کی جمع ہے جس کے معنی دیت کے ہیں اور عاقلۃ ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو اس دیت کو ادا کرتے ہیں.... چنانچہ اگر قاتل (جس سے قتل خطا سرزد ہوا ہے) اہل دیوان میں سے ہو تو اس کے عاقلۃ دیوان والے ہیں جن کے عطایا (تنخواہوں) میں سے اس ادیت کی رقم کو تین سال تک لے کر پورا کیا جائے گا اور اگر یہ قاتل شخص اہل دیوان میں سے نہ ہو تو اس کے قبیلے والے عاقلۃ ہیں.... اور اگر یہ شخص ان لوگوں میں سے ہو جو اپنے پیشے والے لوگوں سے تعاون و تناصر رکھتے ہیں تو اس کے ہم پیشہ لوگ عاقلہ سمجھے جائیں گے اور اگر اس شخص کا کسی سے کوئی حلفیہ معاہدہ ہوا ہو تو اہل حلف اس کے عاقلہ شمار ہوں گے..."

اس نظام میں بنیادی طور پر یہ فکر کار فرما ہے کہ اگر کسی شخص سے قتل جیسی غلطی ہو جائے تو چونکہ اس کی دیت بہت زیادہ ہوتی ہے اور ایک آدمی کے لئے اس کا تحمل (برداشت کرنا) مشکل ہوتا ہے، لہٰذا شریعت نے اس کے اس نقصان کو اس کے دیوان یا قبیلے یا ہم پیشہ لوگوں پر تقسیم کر دیا، تاکہ سب مل کر تھوڑا تھوڑا ادا کر دیں۔ تعاون و تناصر کا یہی پہلو موجودہ نظام تکافل میں بھی کار فرما ہے۔

(۲) فقہ اسلامی میں عاقلۃ کے نظام کی طرح قسامہ کا بھی حکم بھی پایا جاتا ہے۔ جس کا مفہوم اور طریقہ کار یہ ہے:

"القسامة: القتیل: کل میت به اثر، فأذا وجدفی محلة لایعرف قاتله، وادعی ولیه القتل علی اهلها، اوعلی، بعضهم عمداً او خطأً، ولابینة له، یختار (القاضی) منهم خمسین رجلا یحلفون بالله: ماقتلناه، ولا علمنا له قاتلا، ثم یقضی بالدیة علی اهل المحلة" (۱۷)

ترجمہ: "قسامہ یہ ہے کہ قتیل یعنی ایسی میت جس پر زخم کے آثار ہوں۔ جب کسی محلے میں پائی جائے، لیکن اس کے قاتلوں کا پتہ نہ چل پایا ہو اور میت کا ولی انہی اہل محلہ پر قتل کا دعویدار ہو، یا ان کے بعض لوگوں پر قتل کا مدعی ہو، خواہ قتل عمد کا یا قتل خطا کا، تاہم اس کے پاس اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کوئی گواہ نہ ہو (محض شک اور قرائن کی بنیاد پر دعویٰ ہو) تو قاضی اس محلے کے باشند گان میں سے پچاس آدمیوں کو منتخب کرے گا اور ان سے اس بات پر قسم لے گا کہ انہوں نے نہ تو یہ قتل کیا ہے اور نہ ہی ان کو قاتل کا علم ہے، پھر جب یہ قسم اٹھا لیں گے تو قاضی ان تمام محلہ داران پر دیت کا فیصلہ کر دے گا۔"

قسامت کے اس نظام میں بھی وہی جذبہ کار فرما نظر آتا ہے جس کا پہلے ذکر ہوا ہے، کیونکہ قاضی نے جن لوگوں پر دیت کا فیصلہ کیا ہے ان پر تو قتل ہی ثابت نہیں ہے، نہ تو مدعی کے دعویٰ سے ثابت ہو سکا اور نہ ہی اہل محلہ پر حلف اور قسم ڈال دینے سے، لیکن اس کے باوجود تمام اہل محلہ پر دیت لازم کی گئی ہے جو محض میت کے ورثاء سے تعاون وتناصر اور ان سے ہمدردی و خیر خواہی کے جذبے کی بنیاد پر ہے اور پھر یہ مخصوص مالی ذمہ داری محض کسی ایک شخص یا گھر والوں پر لازم نہیں کی گئی، بلکہ تمام اہل محلہ کو اس کی ادائیگی میں شریک کیا گیا ہے، تاکہ یہ نقصان سب پر برابر برابر تقسیم ہو جائے۔ نظام تکافل میں بھی شرکاء کی مخصوص مالی ذمہ داریوں کو تمام پر تعاون وتناصر کے جذبے سے تقسیم کیا جاتا ہے۔

تکافل اور توکل کا باہم تعلق

بسا اوقات تکافل کے عمل کو توکل کی اسلامی قدر کے منافی خیال جاتا ہے کہ ایک شخص مستقبل کے خطرات کی بناپر اللہ کی ذات پر اعتماد کی بجائے ان خطرات کے ازالہ کے منصوبے بنارہا ہے اور تکافل جیسے اقدامات کر رہا ہے لیکن واضح رہے کہ توکل کے معنی ترک اسباب کے نہیں، بلکہ اسباب کو اختیار کرتے ہوئے اس کے نتائج و ثمرات کو اللہ کے حوالے کرنے کا نام ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص (بدوی) نے اونٹ کو باندھے بغیر چھوڑا، اور اس کو توکل سمجھا، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس کو تنبیہہ فرمائی کہ:

"قال رجل: یارسول اللہ اعقلھا واتوکل او اطلقھا واتوکل قال: اعقلھا وتوکل۔(۱۸)

ترجمہ:"ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! میں اپنے اونٹ کو باندھ کر اللہ پر توکل کروں یا اس کو چھوڑ دوں پھر اللہ پر توکل کروں؟ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "ایسا نہیں کرو، بلکہ پہلے اونٹ کو باندھو، اور پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔"

اسی طرح آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام نے بھی اسباب اختیار فرمائے ہیں جیسا کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ:

"عن اسامة بن شریک قال: قالوا: یارسول اللہ! افنتداویٰ؟ قال: نعم یاعباداللہ! تداووا فان اللہ لم یضع داء الا وضع له شفاء غیر داء واحد الھرم"(۱۹)

ترجمہ: حضرت اسامہ بن شریک سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ: اے اللہ کے رسول ﷺ (جب ہم بیمار ہوں تو) کیا ہم علاج کروائیں؟ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اے اللہ کے بندو! ہاں، علاج کرواؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے کے علاوہ تمام بیماریوں کا علاج پیدا فرمایا ہے"۔

نیز اپنی اولاد اور ورثاء کے لئے اپنے بعد کچھ مال وغیرہ چھوڑ کر جانے کہ وہ بعد میں دوسروں کے آگے ہاتھ نہ پھیلائیں اور ذلیل نہ ہوں، کو شریعت نے افضل قرار دیا ہے، جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ میں مذکور ہے:

"قال رسول اللهﷺ انک ان تدع ورثتک اغنیاء خیر من ان تدعهم عالة یتکففون الناس۔[۲۰]

ترجمہ: "آپ اپنی اولاد کو مالدار چھوڑیں، یہ زیادہ بہتر ہے اس سے کہ آپ انہیں فقر وفاقہ کی حالت میں چھوڑیں اور وہ لوگوں سے مانگتے پھریں۔

لہٰذا توکل کے عنوان سے تکافل پر اعتراض محض غلط فہمی اور احکام شرعیہ سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔

تکافل کے بنیادی اعمال

تکافل کمپنی میں بنیادی طور پر تین اعمال سرانجام دیئے جاتے ہیں۔

۱۔ شرکاء (Policy Holders) تکافل پول کو چندہ دیتے ہیں۔

۲۔ تکافل پول حسب معاہدہ شرائط پوری ہونے پر حصہ داران کو رقوم مہیا کرتا ہے۔

۳۔ قدر زائد (Surplus) طے شدہ قواعد کے مطابق مکمل طور پر یا اس کا کچھ حصہ شرکاء میں تقسیم ہوتا ہے۔[۲۱]

یہ تینوں امور ایک دوسرے سے گہرا تعلق رکھتے ہیں، تاہم ان کو سرانجام دینے کا طریقہ کار کیا ہوگا اور ہر فریق ادائیگی کا کس حد تک پابند ہو گا؟ اس کے طریقہ کار کے بارے میں ہندوپاک اور عرب کے علماء کی آراء مختلف ہیں۔

تکافل کی فقہی تکییف: (Jurisprudential Adaptation)

جن عقود شرعیہ کو بنیاد بنا کر مختلف تکافل کمپنیاں یکساں کام کر رہی ہیں وہ بنیادی طور پر تین معاملات ہیں۔ جو ملائیشیا، خلیجی ممالک اور پاکستان میں رائج ہیں۔ جن کو مختلف فقہائے عصر نے تکافل کی بنیاد کے طور پر اختیار کیا ہے اور ان پر ایسے تمام امور اور سرگرمیوں کی عمارت کھڑی کی ہے جو نظام تکافل میں سرانجام دیئے جاتے ہیں۔[۲۲]

۱۔ ہبۃ الثواب: یعنی ایسا ہبہ اور ہدیہ جس میں اس کے بدلے اور عوض کی شرط لگادی گئی ہو یا وہ عوض معروف ہو گیا ہو۔ یہ خلیجی ممالک میں رائج ہے۔

۲۔ التزام تبرع: یعنی کوئی شخص (حقیقی ہو یا قانونی) اپنے اوپر کسی نیکی، خیر اور بھلائی کے کام کو لازم کر لے، چنانچہ ملائیشیا میں تکافل کی بنیاد التزام تبرع ہے۔

۳۔ وقف: یعنی کسی بھی چیز کی اصل کو باقی رکھ کر اور اسے اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں دے کر اس کے منافع سے استفادہ کیا جائے۔

پاکستان، ہندوستان، جنوبی افریقہ اور دنیا کے دیگر کئی ممالک میں اس وقت جو تکافل کمپنیاں مارکیٹ میں موجود ہیں ان کی غالب اکثریت جس عقد شرعی کی بنیاد پر تکافل کے معاملات چلا رہی ہیں وہ اسلامی نظام کا مشہور اور اہم ترین صیغہ "وقف" ہے۔ ان ممالک میں اس رائج تکییف کا پس منظر یہ ہے کہ برصغیر پاک وہند سے تعلق رکھنے والے علماء اور محققین نے جب کمرشل انشورنس کے متبادل نظام پر غور وفکر کرنا شروع کیا تھا تو انہوں نے "عقود تبرعات" میں سے جس عقد کو بنیاد بنا کر نظام قائم کرنے کی تجویز دی تھی، وہ "وقف" تھا۔

۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء میں مجلس تحقیق مسائل حاضرہ کراچی کے اجلاس میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع (م ۱۹۷۶ء)، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری (م ۱۹۷۷ء)، حضرت مولانا مفتی ولی حسن (م ۱۹۹۵ء)، مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی (م ۲۰۰۲ء) رحمہم اللہ اور دیگر اکابر کی سرپرستی میں بیمہ زندگی کے متبادل کے طور پر جو نظام تجویز کیا تھا، اس کی بنیاد بھی وقف اور مضاربت پر رکھی گئی تھی۔[۲۳]

اسی تجویز کو بنیاد بنا کر جسٹس (ر) مفتی محمد تقی عثمانی نے تکافل کی تجویز کیلئے وقف کا انتخاب کیا وہ وقف کو تکافل میں بنیاد بنانے کی ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

تکافل فنڈ کو تعاونی پول قرار دے دیا جائے جس کا مقصد یہ ہو کہ جب شرکاء کو نقصان پہنچے تو یہ پول ان نقصانات کی ادائیگی کرے، اور اس پول کو حصہ داران کی جانب سے جو عطیات دیئے جائیں وہ خالص تبرعات ہوں اور کسی چیز کے ساتھ بالکل مشروط نہ ہوں اس طور پر کہ یہ ان شرکاء اور عطیہ کنند گان (Donors) کی ملکیت سے بھی خارج ہوں، تاکہ ان میں زکوٰۃ واجب نہ ہو اور میراث بھی جاری نہ ہو سکے اور شرکاء اس کو واپس لینے کے بھی مستحق نہ ہوں اور یہ اموال مکمل طور پر پول اور فنڈ ہی کی ملکیت میں ہوں جن میں پول اپنے طے شدہ قواعد وضوابط کی بناء پر تصرف کر سکے۔ اس صورت میں چندہ دہندگان اور پول کے درمیان ایسا کوئی تعلق نہ ہو گا جس کی بناء پر یہ لوگ معاوضوں کے مستحق ہوں بلکہ جب ان کو نقصان پہنچے تو پول ان کے نقصانات کی تلافی محض اپنے قواعد وضوابط کی بنیاد پر کرے گا نا کہ کسی معاہدے کے سبب جو ان کے درمیان ہوا ہو، پھر جب پول اپنے تصرفات میں آزاد ہے تو اس کیلئے یہ اعلان کرنا بھی جائز ہے کہ وہ متبرعین (عطیہ دینے والے) کو ان کے نقصانات کی تلافی کے علاوہ قدر زائد کا بھی کچھ حصہ دے گا، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لیکن یہ تکییف اس وقت ہی درست ہو سکتی ہے جب اس پول کی اپنی کوئی قابل اعتبار قانونی اور شرعی حیثیت ہو، تاکہ اس کا مالک بننا اور بنانا صحیح ہو، جبکہ دیگر تکییفات (ہبۃ الثواب، التزام تبرع) پر قائم تکافل کے نظام میں اس پول اور فنڈ کی یہ معنوی شخصیت واضح نہیں ہے، کیونکہ ان کمپنیوں میں اس پول کا کوئی الگ اور

مستقل قانونی وجود ہی موجود نہیں ہے، پھر یہ بھی ضروری ہے کہ اس پول کا قانونی وجود کسی خیر اور تعاون کی صفت کے ساتھ متصف ہونا چاہیے، تاکہ یہ کہا جاسکے کہ اس کو دیئے جانے والے اموال معاوضے کی بجائے تبرع کی بنیاد پر ہیں جبکہ وقف کی قانونی و شرعی حیثیت و شخصیت مسلم اور قابل اعتبار ہے، کیونکہ وقف میں ایسی شروط بھی جائز ہیں جو اس کے علاوہ دیگر معاملات میں جائز نہیں ہیں، چنانچہ اس میں ہبۃ الثواب اور التزام تبرع کے مقابلے میں میدان زیادہ وسیع ہے۔[۲۴]

وقف سے متعلقہ چند بنیادی ضوابط

وقف کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ کسی چیز کو کسی شخص کی ملکیت سے روک کر اس کے فوائد ہمیشہ کے لیے کچھ افراد کے لیے مختص کر دینا ان کو موقوف علیہ کہا جاتا ہے، جبکہ یہ کام کرنے والے کو واقف کا عنوان دیا جاتا ہے اور وہ چیز موقوف بہ کہلاتی ہے۔ وقف کی بنیاد پر تکافل کی تکییف کے لیے جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی نے معتبر فقہی مسالک کے حوالہ سے وقف سے متعلقہ چار ضوابط ذکر کئے ہیں جن کا اس تخریج اور تکییف سے گہرا تعلق ہے اور جمہور علماء امت نے ان کو تسلیم کیا ہے وہ چار مبادی مندرجہ ذیل ہیں۔[۲۵]

۱... نقدی کا وقف جائز ہے

حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے بعض علماء کے مطابق نقدی کو وقف کرنا درست ہے، جس کا طریقہ یہ ہوگا کہ وقف شدہ نقود کو مضاربت کی بنیاد پر کاروبار میں لگایا جائے گا، تاکہ ان کی اصل محفوظ رہے اور ان سے حاصل ہونے والا نفع واقف کی شرائط کے مطابق ان لوگوں پر خرچ کیا جائے گا جن کی فلاح و بہبود کیلئے واقف نے وقف کیا تھا۔

۲... واقف اپنے وقف سے خود بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے:

وقف کے قواعد میں سے ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ واقف خود اپنے وقف کردہ مال سے نفع اٹھا سکتا ہے، بشرطیکہ وقف عام ہو یا پھر عام تو نہ ہو، لیکن دوسروں کے ساتھ اس نے اپنی بھی شرط لگادی ہے۔ اس معاملے میں اصل اور بنیاد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بئر رومہ کو وقف کرنا ہے جس سے وہ خود بھی منتفع ہوتے تھے۔

۳... جو چیز وقف کو تبرعاً دی جائے تو وہ وقف کی بجائے مملوک وقف ہوگی:

وقف کا ایک ضابطہ یہ بھی ہے کہ جو چیز وقف کو عطیہ میں دی جائے تو وہ وقف نہیں ہوگی، بلکہ وہ وقف کی ملکیت شمار ہوگی، چنانچہ اس کو وقف کی مصلحت کے لئے "موقوف علیہم" پر خرچ کیا جاسکتا ہے، اور اس کی اصل کو باقی رکھنا ضروری نہیں ہے"۔

۴... وقف کی آخری جہت ایسی ہونی چاہیے جو کبھی ختم نہ ہو:

وقف کا ایک اہم اصول یہ بھی ہے کہ جس جہت اور مصرف میں کسی چیز کو وقف کیا جارہا ہے وہ جہت و مصرف ایسا ہونا چاہیے جو کبھی ختم ہونے والا نہ ہو، مثلاً فقراء و مساکین یا کسی ایسی جماعت پر ہونا چاہیے جو عام عادت کے اعتبار سے مٹ جانے والی نہ ہو، چنانچہ اگر کسی ایسے مصرف پر وقف کیا جو عادتاً ختم ہو سکتا ہے اور اس وقف کی کوئی آخری جہت متعین نہ کی ہو تو وہ خود بخود اپنی انتہاء کے اعتبار سے فقراء و مساکین کیلئے متعین ہو جائے گا۔

وقف کی تکافل پر تطبیق اور تکییف

مندرجہ بالا اصول اور مبادی کی روشنی میں وقف کی بنیاد پر تکافل کی تطبیق یوں دی گئی ہے۔[۶۲]

۱... تکافل کمپنی وقف کیلئے ایک الگ صندوق اور پول بنائے گی اور اپنے ابتدائی سرمائے میں سے ایک معلوم مقدار جدا کر کے تکافل پول کے قواعد کے مطابق ان لوگوں پر وقف کرے گی جو قواعد و ضوابط کے مطابق عطیات دے کر تکافل پول کے حصہ دار بنیں اور ان کو مخصوص قسم کا نقصان پہنچ جائے۔ یہ وقف اپنی انتہاء کے اعتبار سے نیکی اور بھلائی کے کاموں میں صرف ہو گا۔ یہ مرحلہ ان چار بنیادی قواعد میں سے پہلا ہو گا جن کا ذکر ابھی گزرا ہے، یعنی وقف النقود، چنانچہ نقدی کا یہ وقف شدہ معلوم حصہ مضاربت کے طریقے پر سرمایہ کاری میں لگایا جائے گا اور اس سرمایہ کاری سے حاصل ہونے والے منافع کو تکافل پول میں وقف کے اغراض و مقاصد کیلئے رکھا جائے گا۔

۲... کمپنی (اپنے قائم کردہ) تکافل پول کی مالک نہیں ہوتی، بلکہ اس تکافل فنڈ کو چلانے کے اعتبار سے اس کا کردار صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ پول کے اموال، منافع، اس کے مصارف، اس کی جانب سے ادا کردہ نقصانات کے معاوضہ جات اور سرپلس وغیرہ کا الگ سے حساب کتاب رکھتی ہے اور کمپنی کا اپنا کھاتہ، پول کے کھاتے سے بالکل الگ تھلگ ہوتا ہے۔ تاہم کمپنی کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی طرف سے ادا کی گئی خدمات کے بدلے تکافل پول سے اجرت وصول کرے (جسے "وکالہ فیس" کہتے ہیں) اگرچہ بعض کمپنیاں یہ خدمات بغیر اجرت کے مفت بھی کرتی ہیں (لیکن وہ مضاربت میں سے اپنا فیصدی حصہ زیادہ مقرر کر لیتی ہیں)۔

۳... وقف پول کا مالک کوئی شخص نہیں ہو گا بلکہ پول کی اپنی ایک معنوی شخصیت ہو گی جس کی بناء پر اس کو یہ اختیار ہو گا کہ وہ اموال کا مالک بنے، ان کی سرمایہ کاری کرے اور اپنے قواعد کے مطابق دوسروں کو ان کا مالک بنائے۔

۴... تکافل کے خواہشمند لوگ قواعد کے مطابق وقف پول کو عطیہ دے کر وقف پول کی رکنیت میں شامل ہو سکتے ہیں

۵... تکافل پول کے شرکاء پول کو جو بھی عطیہ دیں گے، وہ ان کی ملکیت سے خارج ہو جائے گا اور وقف پول کی ملکیت میں آجائے گا اور چونکہ وقف کے سابقہ قواعد میں سے تیسرے قاعدے کے مطابق یہ عطیات وقف نہیں ہوں گے، بلکہ وقف کے مملوک ہوں گے، اس لئے ان عطیات کی رقوم کی بعینہ حفاظت کرنا اس طرح ضروری نہیں ہے جیسا کہ وقف کے نقود کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔ ان عطیات کی رقوم کی وقف پول کی مصلحت کی غرض سے سرمایہ کاری میں لگایا جائے گا اور منافع سمیت معاوضہ جات کی ادائیگی اور وقف کی دیگر اغراض کیلئے خرچ کیا جائے گا۔

۶... کمپنی تکافل پول میں جمع شدہ اموال کی مضاربت کے شرعی طریقے کے مطابق سرمایہ کاری کرے گی جس میں کمپنی کی حیثیت "مضارب" کی اور تکافل پول کی حیثیت "رب المال" کی ہوگی ہے، تاہم کمپنی بعض اوقات مضاربہ کے حصے میں اپنے کمپنی کے ذاتی سرمایے میں سے بھی حصہ ڈال دیتی ہے۔ اس لحاظ سے کمپنی کی دو حیثیتیں ہو جاتی ہیں (مضارب کی بھی اور رب المال کی بھی) چنانچہ اب اس کا نفع مضارب ہونے کے ساتھ ساتھ رب المال ہونے کی وجہ سے بڑھ جاتا ہے۔

۷... تکافل پول کا سرمایہ دو طرح سے بڑھتا رہتا ہے:

(i) تکافل میں دلچسپی رکھنے والے لوگوں کے اضافے سے کہ وہ اپنے مال کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔

(ii) ان منافع سے جو اس نے کمپنی کے ساتھ مضاربت کی بنیاد پر سرمایہ کاری کر کے کمائے ہیں۔

پھر متعلقہ اخراجات کے بعد اگر کچھ بچ جائے تو اس کو "فائض" یا "قدر زائد (Surplus)" کہتے ہیں جس کو کمپنی اپنے طے کردہ قواعد وضوابط مطابق شرکاء پر تقسیم کرے گی اس میں سے کچھ ریزرو فنڈ میں ڈالے گی، کچھ خیرات بھی کر سکتی ہے اور کچھ پول میں واپس ڈال سکتی ہے۔

۸... وقف پول کے قواعد ان شرائط کی وضاحت کریں گے جن کی بناء پر شرکاء کو ادائیگیوں کا حق حاصل ہوتا ہے اور عطیات کی رقوم سے تکافل کی کسی بھی قسم میں رکنیت اور حصہ داری مکمل ہوتی ہے اور ان چیزوں کی تعین کیلئے روایتی کمرشل انشورنس کمپنیوں میں رائج (Actuary) کے اصولوں سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔

۹۔۔۔ وقف پول کے حصہ داران کو معاوضے کی جو رقوم دی جائیں گی وہ ان کے دیئے گئے عطیات کی رقوم کا معاوضہ نہیں ہوں گی، بلکہ وہ تو وقف پول کی جانب سے، "مستقل عطاء" شمار ہوں گی، کیونکہ ضرر اور نقصان کے متاثرین (متضررین) بھی وقف کی شروط کے مطابق ان ہی لوگوں میں سے ہیں جن پر وقف کیا گیا ہے، جیسا کہ قاعدہ نمبر ۲ میں یہ بات گزری ہے کہ اگر واقف خود بھی موقوف علیہم میں ہو تو وہ اپنے وقف سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور اس کا یہ فائدہ اٹھانا اس کے سابقہ وقف کا عوض نہیں ہو گا۔

۱۰۔۔۔ چونکہ وقف پول اپنے تمام اموال کا مالک ہوتا ہے جن میں وقف کردہ نقود، عطیات کی رقوم اور ان کی سرمایہ کاری سے حاصل ہونے والی منافع کی رقوم بھی شامل ہوتی ہیں، چنانچہ وقف پول کیلئے اپنے ان اموال میں طے شدہ شرائط اور ضوابط کے مطابق تصرف کرنے کا پورا اختیار ہوتا ہے، اس لئے وقف پول کیلئے قدر زائد کے بارے میں اپنے اوپر کسی بھی طرح کی شرط عائد کرنا جائز ہے، لہٰذا وہ اس قدر زائد کی رقم کو آئندہ سالوں میں آنے والی ممکنہ ذمہ داریوں کے پیش نظر محفوظ(Reserve) فنڈ میں بھی ڈال سکتا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ اس رقم کا مکمل یا کچھ حصہ اپنے شرکاء پر تقسیم کرنے کا فیصلہ کرلے۔

جنوبی افریقہ کی تکافل کمپنی نے قدر، زائد، کی اس رقم کو درج ذیل تین حصوں میں تقسیم کرنے کا طریقہ اختیار کیا ہے:

i- ایک حصہ بطور احتیاط کے محفوظ(Reserve) فنڈ میں رکھا جائے۔

ii- دوسرا حصہ پول کے شرکاء میں تقسیم کر دیا جائے تاکہ اس تکافل کے نظام اور کمرشل انشورنس میں فرق کھل کر عام لوگوں کے سامنے آسکے۔

iii- تیسرے حصے کو مصارف خیر میں خرچ کیا جائے، تاکہ اس وقف پول میں وقف کا اپنا تشخص ممتاز اور واضح ہو سکے۔

۱۱۔۔۔ وقف کی شرائط میں اس بات کی صراحت کرنا بھی ضروری ہے کہ جب بھی وقف پول کا تصفیہ ہو گا تو تمام ذمہ داریوں کی ادائیگی کے بعد باقی رہ جانے والی رقوم کو وجوہ خیر میں اس طرح خرچ کیا جائے گا کہ وہ جہت ختم ہونے والی نہ ہو اور یہ درحقیقت وقف کے ذکر کردہ چار قواعد میں آخری قاعدے کی روشنی میں ہو گا۔

۱۲۔۔۔ جو تکافل کمپنی اس وقف کو قائم کرے گی اس کے دو کام ہوں گے ایک تو پول کو چلائے گی اور دوسرا پول کے اموال کی سرمایہ کاری کرے گی اس کی وضاحت یوں ہے:

i- وقف پول چلانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ وقف کے متولی کی طرح کام کرے گی، چنانچہ اس حیثیت میں وہ تبرع کی رقوم جمع کرے گی، ضرر و نقصان کے متاثرین (متضررین) کو معاوضوں کی ادائیگی کرے گی، وقف کی شروط کے مطابق قدر زر کی رقوم میں تصرف کرے گی، وقف پول کے تمام اکاؤنٹس اور

حسابات کو کمپنی کے حسابات سے جدا رکھے گی اور ان تمام خدمات کے عوض اپنی اجرت وصول کرے گی۔

ii- وقف پول کے اموال میں سرمایہ کاری کا طریقہ یہ ہو گا کہ کمپنی اس سرمایہ کاری کیلئے بطور وکیل خدمات سرانجام دے اور اس کے بدلے وکالت فیس وصول کرے، یا پھر کمپنی کے اموال کو بطور مضارب کاروبار میں لگائے اور اس کی بناء پر سرمایہ کاری سے حاصل ہونے والے منافع میں اپنا حصہ وصول کرے۔

بظاہر اس بات میں کوئی قباحت نہیں ہے کہ کمپنی ایک ہی وقت میں وقف کی متولی بھی ہو اور اس کے اموال کی مضارب بھی ہو، بشرطیکہ ان دونوں معاملات کو بالکل جدا جدا رکھا جائے اور بطور مضارب کے نفع کی جو شرح وصول کرے وہ عام بازاری شرح سے ذرا کم ہونی چاہیے، کیونکہ فقہاء نے وقف کے نگران کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ وقف کی زمین کو کرایے پر لے سکتا ہے، لیکن اس کا کرایہ عام اجرت مثلی سے ذرا زیادہ ادا کرے، لہٰذا مضاربت کو بھی اجارے پر قیاس کرنے کی گنجائش نظر آتی ہے۔

اور دوسری صورت یہ بھی ممکن ہے کہ کمپنی کے ڈائریکٹرز یا ملازمین میں سے کوئی ایک شخص اپنی ذاتی حیثیت میں وقف کا متولی بن جائے اور کمپنی کو وقف پول چلانے کیلئے بطور اجیر رکھ لے اور اس کو پول کے اموال سرمایہ کاری کیلئے مضاربت کی بنیاد پر بھی دے۔

۱۳... مذکورہ بنیاد پر کمپنی تین جہتوں سے وسائل میں اضافہ کر سکتی ہے۔

i- اپنے ابتدائی سرمایہ میں کاروبار کر کے نفع کما سکتی ہے۔

ii- وقف پول کو چلانے کی اجرت وصول کر سکتی ہے۔

iii- وقف پول کے اموال کی سرمایہ کاری میں مضارب کا حصہ لے کر کما سکتی ہے

الغرض اختصار کے ساتھ وہ بنیادیں اور ضوابط ذکر کئے گئے ہیں جن کی بناء پر صیغۂ وقف سے کام لیتے ہوئے تکافل کے نظام کو چلایا جا سکتا ہے۔

خلاصہ بحث

مذکورہ بالا بحث سے درج ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱۔ اسلامی شریعت کی نظر میں جان و مال کو درپیش خطرات سے محفوظ رکھنا انسانی زندگی کے لیے ایک ناگزیر تقاضہ بن چکا ہے جس کو اسلامی شریعت کی اصطلاح میں "حاجۃ" کہا جاتا ہے اور فقہی قاعدہ ہے کہ "حاجۃ" بمنزلہ" ضرورہ" ہے اس لیے جمہور فقہاء و علماء کی نظر میں مروجہ انشورنس کے متبادل نظام کا قیام شرعی تقاضہ ہے۔

۲۔ عصرِ حاضر میں مروجہ انشورنس کا اسلامی متبادل دو عنوانات کے تحت زیرِ بحث لایا جاتا ہے، التأمین الاسلامی اور التکافل، تاہم مؤخر الذکر عنوان نے زیادہ رواج پالیا ہے۔

۳۔ تکافل کا عقد کسی صورت توکل کی اسلامی قدر کے منافی نہیں، کیونکہ ترک اسباب کا نام توکل نہیں بلکہ دستیاب اسباب کو اختیار کر کے اس کے مطلوبہ نتائج کے لیے اللہ پر اعتماد کرنا ہے۔

۴۔ نظامِ تکافل، روایتی انشورنس کے نظام کا متبادل جائز طریقہ ہے جو تعاون باہمی، تبرع اور ہمدردی کی اسلامی بنیادوں پر استوار کیا گیا ہے۔ عاقلہ اور قسامہ جیسے شرعی نظائر اس کے مؤید ہیں۔

۵۔ تکافل کے شرعی نظام کو وضع کرنے کے لیے عصرِ حاضر کے اسلامی ماہرین نے تین فقہی اصطلاحات سے مدد لی ہے۔ (۱) ھبۃ الثواب (۲) التزام تبرع (۳) وقف۔

۶۔ پاکستان میں مجلس تحقیق مسائل حاضرہ کراچی نے ۱۹۶۴ء میں بیمہ زندگی کے مروج طریق کار کا متبادل وقف اور مضاربت کے اصول پر تجویز کیا تھا۔

۷۔ خلیجی ممالک میں تکافل کا ماڈل "ھبۃ الثواب" پر اور ملائیشیا وغیرہ میں "التزام تبرع" کے اصول پر استوار کیا گیا ہے جبکہ ہندوپاک اور جنوبی افریقہ وغیرہ میں اس مقصد کے لیے "وقف" کو بنیاد بنایا گیا ہے۔

۸۔ تکافل کے "وقف" ماڈل میں چار اصول خاص طور پر ملحوظ رکھے گئے ہیں (۱) نقد رقوم کا وقف جائز ہے (۲) واقف اپنے وقف سے خود فائدہ اٹھا سکتا ہے (۳) وقف کو دیا جانے والا عطیہ وقف نہیں، مملوک و قف شمار ہوگا (۴) وقف کی آخری جہت کا کبھی ختم نہ ہونا ضروری ہے۔

۹۔ تکافل کمپنی وقف کے لیے الگ صندوق (Pole) بنائے گی، وہ اس کو چلانے کی اجرت وصول کر سکتی ہے اور وقف پول کے اموال میں بطور مضارب کام کر کے اپنا حصہ بھی وصول کر سکتی ہے۔

۱۰۔ وقف پول، ایک معنوی شخصیت شمار ہوگا، اس بنا پر وہ اموال کا مالک بنے گا، مضاربت کے طریق پر سرمایہ کاری کرے گا اور قواعد وضوابط کے مطابق دوسروں کو مالک بنائے گا۔

حوالہ جات

۱۔ عبد القادر جعفر، ڈاکٹر، نظام التأمین الاسلامی۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۲۰۰۶ء، لجنۃ العلماء، المعاییر الشرعیۃ، رقم المعیار: ۲۶، ھیئۃ المحاسبۃ والمراجعۃ للمؤسسات الاسلامیۃ، ۲۰۰۶ء، علی محی الدین، القرہ داغی، ڈاکٹر، احکام التأمین التجاری والتعاونی الاسلامی، قسم الشریعۃ والدراسات الإسلامیۃ کلیۃ القانون–جامعۃ الإمارات، ص ۰۷

۲۔ محمد تقی عثمانی، شیخ الاسلام، تاصیل التأمین التکافلی علی اساس الوقف والحاجۃ الداعیۃ الیہ، ندوۃ البرکۃ للاقتصاد الاسلامی، ۲۰۰۵ء، ص ۱۱

۳۔ پاک قطر فیملی تکافل لمیٹڈ پاکستان کی پہلی تکافل کمپنی ہے جس نے اگست ۲۰۰۷ء میں SECP سے تکافل لائسنس حاصل کیا۔ اس کے شریعہ بورڈ کے چیئرمین مفتی محمد تقی عثمانی ہیں۔ مملکت قطر کی معاشی طور پر مضبوط کمپنیوں (۱) قطر اسلامک (۲) قطر نیشنل بینک (۳) اموال گروپ وغیرھم کا تعاون حاصل ہے۔ پاک قطر فیملی تکافل اور پاک قطر جنرل تکافل کا اداشدہ سرمایہ آٹھ سو چالیس ملین روپے ہے۔ کمپنی فیملی تکافل، ایجوکیشن تکافل، شیئر اینڈ کیئر تکافل پلان جیسے مالی امور سرانجام دے رہی ہے۔

داؤد تکافل کا تعلق پاکستان کی مشہور داؤد فیملی بانٹوا گجرات انڈیا ہے۔ جس کے چیئرمین رفیق داؤد ہیں۔ کمپنی نے اگست ۲۰۰۷ء میں SECP سے تکافل لائسنس حاصل کیا۔ اس کے شریعہ بورڈ کے چیئرمین مفتی منیب الرحمن ہیں۔ معاشی اعتبار سے مضبوط کمپنیوں (۱) بی آر آر گارڈین، (۲) مضاربہ فرسٹ داؤد فرسٹ انوسٹمنٹ بینک، (۳) بینک آف خیبر کا تعاون حاصل ہے۔ کمپنی فیملی تکافل، لائف تکافل، جنرل تکافل کی خدمات سرانجام دے رہی ہے۔

۴۔ لجنۃ العلماء، المعاییر الشرعیۃ، رقم المعیار: ۲۶

۵۔ سعدی، ابو حبیب، الدکتور، القاموس الفقہی، دارالفکر دمشق، ۱۹۹۳ء، ص ۳۲۱

۶۔ آل عمران: ۴۴

7. Sharia Board, Sharia Standards, Islamic Insurance, Accounting and Auditing Organization, 2006, p. 471

۸۔ لجنۃ المؤلفین۔ المعجم الوسیط، دارالدعوۃ، استانبول، ۱۹۸۹ء، ص ۹۳۷

۹۔ القرہ داغی، علی محی الدین، احکام التأمین التجاری والتعاونی الاسلامی، ص ۱۷

۱۰۔ المآئدۃ: ۲

۱۱۔ التوبۃ: ۷۱

۱۲۔ الحجرات: ۱۰

۱۳۔ مسلم بن الحجاج قشیری، الجامع الصحیح، باب تراحم المومنین، دار الجیل، بیروت، رقم الحدیث: ۶۷۵۰

۱۴۔ ایضاً، رقم الحدیث: ۶۷۵۰

۱۵۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب الشرکۃ فی الطعام، دار ابن کثیر، بیروت، رقم الحدیث: ۲۳۵۴

۱۶۔ ابن مودود الموصلی، عبداللہ بن محمود (۶۸۳ھ)، المختار للفتوی، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۵۶ھ، ج ۵، ص ۵۶ تا ۶۰

۱۷۔ ایضاً، ج ۵، ص ۵۳

۱۸۔ الترمذی، محمد بن عیسٰی، السنن، دار احیاء التراث، بیروت، رقم الحدیث: ۲۵۱۷

۱۹۔ ایضاً، رقم الحدیث: ۲۰۳۸

۲۰۔ البخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۲۷۴۲

۲۱۔ محمد تقی العثمانی، مولانا، تاصیل التکافلی علی اساس الوقف، ص ۳

۲۲۔ ایضاً

۲۳۔ بنوری، محمد یوسف، مولانا، مجلہ بینات کراچی، محرم الحرام، ۱۳۸۵ھ

۲۴۔ الصدیق محمد الامین الضریر، پروفیسر تعقیب تأصیل التأمین علی أساس الوقف، ص: ۹۲

۲۵۔ محمد تقی العثمانی، تاصیل التأمین علی أساس الوقف، ص: ۱۴، ۱۳، ۱۲

وھبۃ الزحیلی، الدکتور، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دارالفکر، سوریہ، دمشق، ج ۴، ص ۵۶۶، ج ۱۰، ص ۵۶۶، ج ۱۰، ص ۲۹۸، ۳۳۳

۲۶۔ محمد تقی العثمانی، تاصیل التأمین التکافلی علی اساس الوقف، ص ۱۳، ۱۴، ۱۸، ۱۹